Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

فون: ۴۴۹

ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۷۷/۴۲ | سوموار - ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ - ۱۵ احسان ۱۳۷۱ ہش - ۱۵ جون ۱۹۹۲ء | نمبر ۱۳۵

خصوصی درخواست دعا

محترم حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت ہائے احمدیہ فیصل آباد کی طبیعت آجکل بہت ناساز ہے۔ کمزوری اور نقاہت دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اٹھنا، بیٹھنا اور چلنا مشکل ہوگیا ہے۔ دوستوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قیمتی وجود کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔

قراردادِ تعزیت

جماعت احمدیہ جرمنی

حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک بہت تابندہ و درخشندہ گوہر تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر خاص کے ماتحت ابتداء ہی سے آپ کو گوناگوں اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ سے متصف فرمایا تھا تاکہ آپ آگے چل کر عالمی وسعت کی حامل اُن گراں بہا ذمہ داریوں کو بطریق احسن ادا فرماسکیں جو سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی حرم محترم کی حیثیت سے آپ کے کندھوں پر پڑنے والی تھیں۔ آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے عالمگیر تربیتی دَوروں میں اپنے حسنِ اخلاق سے اقوام عالم کی احمدی خواتین کے دلوں میں گھر کرکے اپنے دل موہ لینے والے حسین عملی نمونہ کے ذریعہ جس جاں سوزی سے ان کی تربیت کا فریضہ انجام دیا وہ اپنی مثال آپ اور ہر لحاظ سے ناقابلِ فراموش ہے اسی لئے حضور ایدہ اللہ کے عہد مبارک میں عالمگیر آسمانی مہم کے جو عظیم الشان نتائج رُونما ہوئے اور مسلسل ہو رہے ہیں ان میں حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کی خدماتِ جلیلہ اور عظیم قربانیوں کا کچھ کم دخل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے حضرت سیّدہ کی خدماتِ جلیلہ کی یاد ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گی اور جیسے جیسے حضور ایدہ اللہ کے عہد مبارک میں آپ کی جاری کردہ وسیع تر عالمگیر مہم کے نمایاں تر عملی نتائج منظر عام پر آتے جائیں گے حضرت بیگم صاحبہ کی خدماتِ جلیلہ کی یاد نئی تابندگیوں سے ہمکنار ہوتی چلی جائے گی اور اس کے زیرِ اثر جماعت احمدیہ کی موجودہ ہی نہیں آئندہ نسلیں بھی آپ کی زیرِ احسان رہیں گی۔

جماعتہائے احمدیہ سیرالیون (مغربی افریقہ)

جماعت احمدیہ سیرالیون کے افراد، مجلس عاملہ کے اراکین اور عہدیداران، مرکزی اور مقامی مربّیان اور معلمین، تعلیمی، طبّی اور تربیتی اداروں کے سٹاف کے اراکین، حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی وفات پر دلی رنج اور غم و صدمے کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ "خواتین مبارکہ" کے اُس مقدّس زمرے میں شامل تھیں جس کی اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ کو بشارت دی تھی۔ حضرت امام جماعت کی حرم ہونے کے ناطے سے حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ بے شمار برکتوں اور رحمتوں کا مورد، مظہر اور مخزن تھیں۔

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کے ہمراہ متعدد براعظمی دَوروں میں حضرت سیّدہ نے شمولیت فرمائی۔ اور اپنے آرام پر جماعتی مفادات کو ترجیح دی۔ جنوری ۱۹۸۸ء میں حضور انور کے ہمراہ حضرت سیّدہ سیرالیون تشریف لائیں اور سیرالیون کی لجنات اور ناصرات حضرت سیّدہ موصوفہ کی ملاقات سے مشرف ہوئیں۔ علالتِ طبع کے باوجود حضرت بیگم صاحبہ نے بو BO اور کینما KENEMA کے مقامات پر جلسوں میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ آج تک مادر مہربان کی شفقت کی خوشگوار یادیں تر و تازہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کو ایثار اور خلوص کی بہترین جزاء عطا فرماتا رہے۔

۱۹۸۴ء میں حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ حضور ایدہ اللہ کی معیّت میں لندن تشریف لائیں۔ ان ایّام میں طویل علالت کے بعد رمضان المبارک میں حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کا انتقال ایک لحاظ سے (خدا کی راہ میں جان دینے) کے رنگ کا حامل ہے۔ خدائے رحیم و کریم انہیں حضور ایدہ اللہ بنصرہِ العزیز کی مثالی رفاقت کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور ان کی صاحبزادیوں کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔

ہم سب خدّام کی بارگاہِ رب العالمین میں عاجزانہ دعا ہے کہ مولیٰ کریم اپنے فضل و کرم سے اس شدید صدمے کے موقع پر حضور ایدہُ اللہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنی بے پایاں رحمت سے سکینت نازل فرمائے اور حضور ایدہُ اللہ کو اپنی عظیم ذمّہ داریاں ادا کرنے کی طاقت اور ہمت عطا فرماتا رہے اور دَم بدم روح القدس کی تائیدات شاملِ حال رکھے۔ اور ہر قسم کے غم و حزن سے محفوظ و مامون رکھے۔ اور بشارتوں اور رحمتوں اور برکتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرماتا رہے۔

لجنہ اماءِ اللہ - اسلام آباد - برطانیہ

مَوت و حیات قدرت الٰہیہ کے نظام کا حصّہ ہے اور ہر ذی روح کے لئے اٹل ہے۔ مگر بعض ہستیاں اپنے اعلیٰ اوصاف اور اخلاقی امتیاز کی بدولت تاریخ انسانی پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔

ایسی ہی ایک ہستی کے متعلق جو خود تو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئیں مگر اپنے پیچھے رہ جانے والے لاتعداد دلوں پر اپنی جدائی کے داغ چھوڑ گئیں۔ ہم لجنہ اماء اللہ اسلام آباد برطانیہ ان بریدہ دلوں کے ساتھ اپنے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے سہارے اظہارِ غم کرتی ہیں۔

وہ جانے والی بہت پیاری، ہستی حضرت سیّدہ آپا آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز ہیں۔

حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کا ہماری جماعت کے مرد و زن اور بچوں کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا۔ اور اس تعلق کی وجہ ہماری جماعت میں اکثریت کا واقف زندگی ہونا ہے۔ دفتر میں کام کرنے کے باعث حضور انور کے قرب کے ساتھ ساتھ اکثر کو سیّدہ بیگم صاحبہ کی شفقت بھی حاصل تھی۔ اسی طرح اسلام آباد میں زیادہ تر مذہبی و علمی اور سماجی تقاریب کے منعقد ہونے کی وجہ سے حضور انور کے ساتھ ساتھ سیّدہ بیگم صاحبہ کی آمد ان محفلوں کو رونق بخشتی تھی۔ وہ اعلیٰ صفات حسنہ سے مرصع تھیں۔ وہ ایک باوفا، صابرہ و شاکرہ اور قانع خاتون محترم تھیں۔ ان کی روشن خوبصورت آنکھیں ہر دَم بولتی رہتی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا کہ کچھ کہنا چاہتی ہیں یا پھر سب کچھ ایک ہی نظر میں سمجھ گئی ہیں۔ سیّدہ بیگم صاحبہ کی طبیعت میں مزاح کا غالب عنصر بھی تھا۔ ان کے کئی مزاحیہ جملوں کی گونج اب تک ہمارے کانوں میں ہے۔

اے ہر دم مسکراتی رہنے والی بہت پیاری ہستی! آپ کبھی ہمارے دلوں سے جُدا نہ ہوں گی۔ آپ کی مختصر قربت ہمارے دلوں پر نقش رہے گی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے خاص فرشتے آپکی تربت پر ابرِ رحمت برساتے رہیں۔ آپ جنّت میں تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوں۔ اور ہم اپنے متعلق آپ کو یہ کہتے ہیں (ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)

جماعت احمدیہ آسٹریلیا

ہم سب نے نہائت غم اور افسوس سے یہ خبر سُنی ہے کہ حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت امام جماعت الرابع ایدہُ اللہ الودود ۲۔ اور ۳۔ اپریل کی درمیانی شب انتقال فرما گئیں۔ دل حزیں اور آنکھیں اشکبار ہیں مگر راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو۔

حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کی شادی ۱۹۵۷ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ الرابع سے ہوئی اور اسی طرح آپ کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی بہو ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۰ سال کا عرصہ حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع کی امامت کے دوران ساتھ دینے اور خدمات بجالانے کی سعادت ملی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات اور قربانی کو قبولیت بخشے۔ حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ نہائت سادہ طبع اور درویش صفت خاتون تھیں۔

ہم جملہ ممبران جماعت احمدیہ آسٹریلیا

باقی صد ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۵۔ احسان ۱۳۷۱ ہش ۱۵۔ جون ۱۹۹۲ء

علاقۂ غیر

عام طور پر بعض بڑے بڑے جرائم کے متعلق سُنا ہے کہ مجرم جرم کر کے علاقۂ غیر میں چلا گیا ہے۔ اور اس طرح اس نے اپنے آپ کو سزا سے محفوظ کر لیا ہے۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ جب بھی وہ واپس آئے گا اسے سزا کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اور سزا دینے والے ادارے اسے ضرور سزا دیں گے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جب تک وہ علاقۂ غیر میں رہے گا سزا سے بچا رہے گا۔ یہ بات جرم کم کرنے میں مدد نہیں دیتی۔ شائد اسی لئے بعض ممالک کے آپس میں معاہدے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک ملک کا باشندہ جُرم کر کے دوسرے ملک میں چلا جائے گا تو دوسرے ملک کی حکومت ۔ پہلے ملک کی حکومت کی درخواست پر۔ اسے واپس بھیج دینے کی مکلف ہو گی۔ اگرچہ یہ معاہدہ دنیا کے اکثر ملکوں کے درمیان نہیں ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جُرم کر کے بچنے کا۔ یعنی سزا سے بچنے کا۔ ایک یہ طریق بھی ہے کہ انسان علاقۂ غیر میں چلا جائے۔ لیکن اگر ساری دنیا۔ اور سارے ممالک ۔ کسی ایک ہستی کی ملکیت ہوں تو پھر علاقۂ غیر کہاں سے میسّر آ سکتا ہے۔ ساری دنیا اللہ تعالیٰ کی ہے۔ جس طرح ایک ملک اس کا ہے اسی طرح دوسرا ملک بھی اس کا ہے۔ ملکیت کے لحاظ سے یہ دنیا بٹی ہوئی نہیں صرف اور صرف خدا کی ہے۔ اور خدا ایک ہی ہے۔ یعنی جو خدا ایک ملک میں ہے وہی دوسرے ملک میں ہے۔ جیسے اس کے اختیارات اس کے ایک ملک میں ہیں ویسے ہی اس کے اختیارات دوسرے ملک پر ہیں۔ اور علیٰ ہٰذالقیاس تمام ملکوں پر۔ کون و مکاں کے ہر خطّے پر۔

اس ساری بات کے بعد اگر ہم یہ سوچیں کہ گناہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا نام ہے۔ دنیاوی زبان میں یہ ایک ایسا جرم ہے جو خدا کے خلاف کیا جاتا ہے اور جس کی سزا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر انسان گناہ کر کے یہ چاہے کہ اس "جُرم" کی سزا سے بچنے کے لئے کسی اور "ملک" میں چلا جائے تو یہ بات ممکن ہی نہیں ہے۔ وہ کہیں بھی چلا جائے وہ تعالیٰ کے زیر تسلّط رہے گا۔ اگر انسان کو یہ معلوم ہو کہ علاقۂ غیر کوئی ہے ہی نہیں تو وہ جُرم کرنے سے گھبرائے گا۔ اسی طرح اگر وہ یہ سمجھ لے کہ گناہ کر کے وہ خدا تعالیٰ کے تسلّط سے باہر نہیں جا سکتا تو وہ یقیناً گناہ کرنے سے پہلے کئی بار سوچے گا۔ اور غالباً اس کی اسی سوچ کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ گناہ کا مرتکب ہی نہیں ہو گا۔ یہی ایک بات اسے گناہ سے باز رکھتی ہے۔ اور گناہ سے باز رہنے ہی سے انسان نیکی کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم میں سے ہر شخص اس بات کو سمجھے اور سوچے اور ہمیشہ نیکی کی طرف مائل رہے۔

بالوں کی سفیدی سے خوش ہوں
چہرے کے شکن ہیں حسن مرا
میں بچہ تھا اب بوڑھا ہوں
اس جسم نے کتنا ساتھ دیا

ابوالاقبال

○

سرشکِ غم کو مَیں کشتِ دل کیلئے مثالِ سحاب دُونگا
دلوں کی بنجر زمیں کو رو رو کے آج اِک جوئے آب دُونگا

جلا بھی پاتی ہے روحِ انساں محبّتوں کی اذیّتوں سے
میں اپنے جوہر کو آپ ہی یوں تراش کر آب و تاب دونگا

پکارتا ہوں اُسے، مگر یہ ادائے حُسنِ تمام کیا ہے
جواب دُونگا تِری دعا کا مگر ورائے حجاب دُونگا

وہ کر رہا ہے بہت ملامت مِری کہ مَیں رندِ میکدہ ہوں
جو مِل گیا حشر میں مجھے تو میں شیخ کو بھی شراب دُونگا

شبِ فراق آج یاد آئیں گی مجھ کو اگلی محبّتیں بھی
دلِ حزیں کو مَیں اُسکی ساری محبّتوں کا عذاب دُونگا

جو آپ کو تھا عزیزِ خاطر، نظر سے وہ گر گیا تو کیسے
کسی نے مجھ سے سوال پوچھا تو مَیں اسے کیا جواب دُونگا

دل و نظر تو عطا تِری تھی، مگر مَیں اکثر یہ سوچتا ہوں
کہ حشر کے دن تجھے مَیں کیسے دل و نظر کا حساب دُونگا

گنوا دیا تھا غمِ محبت میں، فکرِ دنیا میں، اُس نے دل کو
جو مِل گیا وہ مجھے تو ناھیدؔ کو یہ خانہ خراب دُونگا

عبدالمنان ناہیدؔ

گناہ کا ارتکاب ـــــ ایمان کی کمی

"کیا وجہ ہے کہ خدا کو قادر، مقتدر اور احکم الحاکمین، علیم و خبیر اور اخذ شدید والامان کر اور یقین کر کے بھی اس سے گناہ سرزد ہوتے ہیں حالانکہ اپنے معمولی دوستوں آشناؤں حاکموں اور شرفاء کے سامنے جن کا نہ علم ایسا اور نہ ان کی طاقت اور حکومت خدا کے برابر۔ ان کے سامنے بدی کا ارتکاب کرتے ہوئے رکتا ہے اور خدا سے لاپرواہ ہے اور اس کے سامنے گناہ کئے جاتا ہے۔ اس کی اصل وجہ صرف ایمان کی کمی اور صفاتِ الٰہی سے غفلت اور لاعلمی ہے۔"

(حضرت امام جماعت الاوّل خطبہ فرمودہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۸ء)

تصحیح
۱۰۔ جون کے شمارہ میں صـ۲ پر جو نظم شائع ہوئی ہے اس کے ساتویں شعر میں "غم" کی جگہ "کام" پڑھا جائے۔ شکریہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے

تلقینِ عمل

حضرت امام جماعت الثانی اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے نے ۱۳ فروری ۱۹۴۷ء کو دیگر امور کے علاوہ فرمایا:۔

اسی طرح ہمیں مولوی فاضلوں کی بھی ضرورت ہے اور گو ان کا ایک کثیر حصہ ہمارے پاس آچکا ہے لیکن ہر بار جب تحریک کی جاتی ہے تو کچھ نہ کچھ لوگ نکل ہی آتے ہیں۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پہلی دفعہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک ہمارے لئے نہیں دوسروں کے لئے ہے۔ پھر جب دوسری تیسری دفعہ تحریک ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ہم پر بھی یہ فرض ہے کہ ہم اس میں حصہ لیں۔ اسی طرح امید ہے کہ کچھ اور آدمی بھی ہمیں مل جائیں گے لیکن ہماری ضرورت ان سے پوری نہیں ہو سکتی۔ ہمیں تو ضرورت ہے کہ ساٹھ ستر یا سو آدمی ہر وقت ہمارے پاس تیار رہے تا کہ ہم فوری ضرورتیں اس سے پوری کرتے چلے جائیں، ان حالات کو دیکھتے ہوئے آج پھر میں وقف زندگی کی عام تحریک کرتا ہوں۔ باہر سے جو دوست مہمان آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی میری اس تحریک کو اپنے ہاں جا کر بیان کریں، اور الفضل میں بھی یہ تقریر چھپ جائے گی۔ جو لوگ پہلے اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکے وہ اب آگے آئیں اور دین حق کی ضرورت کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے بچی کھچی چیز سے ہماری ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں جو کام ہم نے کرنا ہے اس کے لئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی بھی تھوڑے ہیں اور ہمیں دین حق کے لئے انہیں اسی طرح قربان کرنا پڑے گا جس طرح دانے بھوننے والا بھڑ بھونجا اپنی بھٹی میں پتے ڈالتا ہے۔ جہاں آج کل محاسب کا دفتر ہے۔ یہاں پہلے ایک بھڑ بھونجے کی بھٹی ہوتی تھی۔ کبھی وہ خود دانے بھونتا تھا اور کبھی اس کی عورت دانے بھونتی تھی۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ بھڑ بھونجا یا بھڑ بھونجن دن بھر پتے جمع کرتے رہتے تھے اور پتوں کا ایک بہت بڑا ڈھیر تیار کر لیتے تھے اور پھر نہایت بے تکلفی سے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بھٹی میں پتے ڈالتے جاتے تھے۔ میں نے جب یہ نظارہ دیکھا تو میں نے سمجھا کہ اس مثال سے کہ جس طرح تنور میں ایندھن ڈالا جاتا ہے یہ مثال زیادہ اچھی ہے کہ جس طرح بھڑ بھونجا اپنی بھٹی میں پتے ڈالتا ہے کیونکہ پتوں کی گرمی کم ہوتی ہے اور جلدی جل جاتے ہیں اس لئے بار بار ان کے ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اگر کوئی قوم چاہتی ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں میں دینی روح قائم رکھے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کے ہر بچہ کو نماز کی عادت ڈالے۔ اسی طرح سچ کے بغیر اخلاق درست نہیں ہو سکتے جس قوم میں سچ نہیں اس قوم میں اخلاق فاضلہ بھی نہیں اور محنت کی عادت کے بغیر سیاست اور تمدن کوئی چیز نہیں جس قوم میں محنت کی عادت نہیں اس قوم میں سیاست اور تمدن بھی نہیں گویا یہ تین معیار ہیں جن کے بغیر قومی ترقی نہیں ہوتی۔ پس خدام الاحمدیہ کے ارکان کو چاہیئے کہ اپنی ایک شاخ بچوں کی بھی قائم کریں مگر ان کے نگران ایسے لوگ مقرر کریں جو کم سے کم چالیس سال کے ہوں اور بہتر ہوگا اگر وہ اس سے بھی زیادہ عمر کے ہوں۔ اور اپنے اندر ہمت اور استقلال رکھتے ہوں۔ ان کے سپرد یہ کام کیا جائے کہ وہ بچوں کو اپنی نگرانی میں کھلائیں۔ انہیں وقت ضائع کرنے سے بچائیں۔ نمازوں کے لئے باقاعدہ لے جائیں اور اخلاق فاضلہ ان میں پیدا کریں اور گو تفصیلی طور پر تمام اخلاق کا پیدا کرنا ہی ضروری ہے مگر یہ تین باتیں خاص طور پر ان میں پیدا کی جائیں یعنی نمازوں میں باقاعدگی کی عادت۔ سچ کی عادت اور محنت کی عادت۔ باقی ہمارے ملک میں بعض اور بھی اخلاقی خرابیاں ہیں۔ جن کا دور کرنا ضروری ہے مثلاً ہمارے ملک میں گالی دینے کا عام طور پر رواج ہے اور اس میں شرم و حیا سے کام نہیں لیا جاتا....

گالی دینے کی عادت جب کسی شخص میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا مٹانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اور کئی قسم کی بری عادتیں ہیں جو ہمارے ملک میں لوگوں کے اندر پائی جاتی ہیں۔ ان عادتوں کو مٹا کر اگر ان کی جگہ نیک عادتیں پیدا کر دی جائیں تو لازماً قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ پس مجلس خدام الاحمدیہ کے ارکان کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ نوجوانوں کی اصلاح کریں بلکہ ان کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کی اصلاحی شاخ الگ قائم کریں اور اس کے ذریعے جو چھوٹی عمر کے بچے ہیں ان کی تربیت کریں۔ میں اس کے لئے بھی (اللہ نے چاہا تو) انہیں قواعد تیار کر دوں گا۔ سردست جو تین باتیں میں نے بتائی ہیں ان پر انہیں عمل کرنا چاہیئے۔ یعنی بچوں میں نماز کی عادت۔ سچ کی عادت اور محنت کی عادت پیدا کرنی چاہیئے۔ محنت کی عادت میں آوارگی سے بچنا خود بخود آجاتا ہے (یہ بات حضور نے ۱۵ اپریل ۱۹۳۸ء کے خطبہ جمعہ میں فرمائی تھی۔

حضرت امام جماعت الثانی نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

دنیا میں جب بھی کوئی اجتماع ہوتا ہے تو ہمیشہ اسے ایک مناسب صورت دی جاتی ہے اور دین حق نے بھی اس کو ملحوظ رکھا ہے۔ وحدت کامل وحدت صوری کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ خدام میں وہ وحدت صوری پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ کچھ خدام تو ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور کچھ ہاتھ لٹکائے کھڑے ہیں۔ کچھ خدام ایک طرف دیکھ رہے ہیں تو کچھ دوسری طرف دیکھ رہے ہیں گویا اس تھوڑے سے وقت میں بھی خدام اس تنظیم کو جو (دین) نے قائم کی ہے قائم نہیں رکھ سکے۔

دوسرے صفیں ٹیڑھی ہیں۔ کوئی خادم آگے کھڑا ہے تو کوئی پیچھے کھڑا ہے۔ بے شک خیمے لگے ہوئے ہیں اور خدام ان کے آگے کھڑے ہیں لیکن جہاں خیمے ترتیب کے ساتھ ایک لائن میں لگائے گئے ہیں۔ وہاں چاہیئے تھا کہ صفیں بھی ترتیب کے ساتھ لگائی جائیں۔ پس میری پہلی ہدایت تو یہ ہے کہ آئندہ اگر خیمے لگائے جائیں تو وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی لائن اور ایک ہی صف میں ہوں۔ دوسرے، چونکہ خدام نے ایک خاص وقت میں صف میں کھڑا ہونا ہوتا ہے اس لئے خیموں کے آگے ایک لائن لگا دی جائے۔ جس پر تمام خدام ایڑیاں رکھ کر کھڑے ہوں۔ صف بندی ہمیشہ ایڑیوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ انگلیوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اگر صف بندی انگلیوں کے لحاظ سے کی جائے تو کسی کا پاؤں چھوٹا ہوتا ہے اور کسی کا بڑا۔ اس لئے کسی کا پاؤں آگے ہو جائے گا اور کسی کا پیچھے۔ پس صرف ایڑی ہی ایسی چیز ہے جس پر صف بندی کی بنیاد رکھی جاتی ہے اس لئے آئندہ کے لئے یہ بات نوٹ کر لی جائے کہ ہر خیمہ کے آگے ایک لائن کھینچ دی جایا کرے تا اس پر خدام سیدھی ایڑیاں رکھ کر کھڑے ہو جایا کریں۔ اس کے علاوہ صف بندی کی خاص طور پر مشق کرائی جانی چاہیئے.....

(آگے حضور فرماتے ہیں کہ بیوت الحمد سے باہر عام طور پر صفیں ٹھیک نہیں رہتیں)

بیوت الحمد میں دیواروں اور ستونوں کی وجہ سے صفیں سیدھی باندھی جا سکتی ہیں لیکن کھلے میدانوں میں ایسا مشکل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جوانی میں صف سیدھی رکھنے کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ پس خدام کو ہدایت دینی چاہیئے کہ وہ صف بندی کی مشق کریں اور پھر اپنی اپنی جگہوں پر جا کر باقی خدام کو صف بندی کی مشق کرائیں۔ فوجیوں کو دیکھ لو۔ ان کی صفیں ہمیشہ سیدھی ہوتی ہیں۔ ہمارے لوگ صف سیدھی کرنے کے لئے نیچے جھک کر دیکھتے ہیں وہ ایسا نہیں کرتے۔ فوجیوں میں صف سیدھی کرنے کا یہ طریق ہے کہ وہ سیدھے چھاتی نکال کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کندھے کے ساتھ کندھا ملا لیتے ہیں پھر آنکھ کو دائیں پھیر کر دیکھتے ہیں کہ کہیں صف ٹیڑھی تو نہیں اگر صف ٹیڑھی معلوم ہو تو فوراً سیدھی کر لیتے ہیں پس جہاں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر مختلف قسم کی مشقیں کرائی جائیں وہاں خدام کو صف بندی کی بھی عادت ڈالی جائے اور یہ کام اسی اجلاس سے شروع کر دینا چاہیئے۔ قائد اور زعماء جو یہاں موجود ہیں انہیں صف بندی کے اصول بتائے جائیں۔ جب آخری دن آئے گا یعنی پرسوں صبح تو کوئی وقت نکال کر میں آپ کو اکٹھا کروں گا اور کھڑا کر کے دیکھوں گا کہ آیا آپ صحیح طور پر اپنی صفیں سیدھی کر سکتے ہیں اور آیا قائدین اور زعماء کو وہ طریق یاد

باقی صفحہ ۔ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ـــــ نون ۔ سین

عراق مخالف لوگ

ایران کی نیوز ایجنسی ارنا (IRNA) نے گذشتہ روز (منگل) کہا کہ عراقی حکومت کے مخالف گروپ نے بتایا ہے کہ عراق نے جنوب میں ایران کی سرحدوں کے قریب چار فوجی ڈویژن اور چار بریگیڈ بھیج دیئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی وہاں بغداد کی خاصی فوج موجود ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو بغداد کی حکومت سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان پر ایران کی سرحدوں کے قریب حملہ کیا جائے فوج نے وہاں پر ہیلی کاپٹر اڈہ بنالیا ہے تاکہ جب بصرہ پر حملہ کیا جائے تو اسے ہوائی چھاتہ مہیا کیا جاسکے۔ بصرہ کے علاوہ دوسرے جن صوبوں پر حملے کا خطرہ ہے وہ عمارہ اور ناصریہ ہیں۔ جو فوجیں بھیجی گئی ہیں وہ پہلی گیارھویں۔ اٹھارھویں اور انیسویں فوجی ڈویژن ہیں۔ گیارھویں اور بارھویں انیسویں اور بائیسویں بریگیڈ ہیں۔ یہ ساری فوجیں بغداد سے وہاں روانہ کی گئی ہیں۔ یہ رپورٹ جو نشر کی گئی ہے عراق مخالف افراد کے ان الزامات کے سلسلے میں ہے کہ بغداد میں خلیج جنگ کے بعد ایک شیعہ احتجاج کو گزشتہ سال دبایا گیا تھا اور اب کہا جاتا ہے کہ وہ احتجاج دوبارہ زیادہ زور سے سر اٹھانے والا ہے۔ ایرانی سرحدوں کے قریب دلدلی علاقوں میں ایسے خطے موجود ہیں جو عراق مخالف افراد اور وہ جو فوج سے بھاگے ہوئے ہیں ان کے لئے محفوظ ترین سمجھے جاتے ہیں اور یہ ۱۹۸۰ - ۱۹۸۸ کی عراق ایران جنگ ہی کے زمانہ سے ان لوگوں نے زیادہ استعمال کرنا شروع کئے ہیں۔ اگرچہ خلیج کی جنگ کے دوران بھی ان علاقوں کو استعمال کیا گیا۔

شام سے ملنے والی بعض خبروں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امریکہ کی مخالفت کی وجہ سے شام عراق کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر بنانا چاہتا ہے اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس سلسلے میں کچھ پیشرفت ہوئی ہے لیکن ان افواہوں کی تردید کرتے ہوئے عراق نے کہا ہے کہ عراق اور دمشق کے درمیان کسی ایسی بات کا امکان نہیں ہے جو دونوں ملکوں کو ایک دوسرے کے قریب لاسکے ان افواہوں میں سچائی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے یہ بات عراق کے وائس پریذیڈنٹ رمضان نے "الف با" رسالے کو ایک انٹرویو میں بتائی۔ رمضان نے کہا کہ یہ جو خبریں آپس کے تعلقات کو بہتر بنانے کے سلسلے میں پھیلائی گئی ہیں یہ ایک سیاسی کھیل سے زیادہ کچھ نہیں اور شام کے جاسوسی کے ٹھیکیداروں نے یہ خبریں گھڑی ہیں۔

سوڈان کے لیڈر عمر حسن البشیر نے دمشق میں گذشتہ روز کہا کہ وہ کوشش کر رہے ہیں کہ شام اور عراق کے درمیان تعلقات بہتر ہوجائیں اور شام کے صدر نے ان کے اس خیال اور ان کوششوں کی حمایت کی ہے۔ لیکن بہرحال چونکہ یہ دو طرفہ عمل ہے اور کہا جاتا ہے کہ حقیقی شکایات شام کو عراق سے ہیں غالباً عراق کو شام سے ان کی نسبت بہت زیادہ شکایات ہیں۔ اسی لئے یہ افواہ پھیلتے ہی عراق نے پر زور الفاظ میں اس بات کی تردید کی ہے کہ ان دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کے بہتر ہونے کا کوئی امکان ہے یا اس سلسلے میں کوئی کوشش کی جارہی ہے۔ اگرچہ نہیں کہا جاسکتا کہ افواہوں میں کوئی سچ کا عنصر موجود ہے یا نہیں یا عراق نے جو بیان دیا ہے اس میں کسی سیاسی چال کا کہاں تک ہاتھ ہے۔ کیونکہ سیاست میں تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب سیاستدان کسی بات کی کھل کر تردید کرتے ہیں تو پس پردہ اس بات کے لئے حالات سازگار ہوچکے ہوتے ہیں اور چند ہی دنوں کے بعد سیاسی بیان پہلے بیانات کے خلاف آنے شروع ہوجاتے ہیں۔

گورباچوف ـ معمہ

یگور لیگاچیف YEGARLIGACHEV جو کسی وقت کریملن میں طاقت میں دوسرے نمبر پر تھے اور جن کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے گورباچوف کے ساتھ مل کر پریسٹرائیکا کو پیش کیا اور کامیابی کے ساتھ چلایا نے اپنی کتاب "گورباچوف معمہ" کی رونمائی کرتے ہوئے صحافیوں اور دیگر شرکائے اجلاس سے کہا کہ گورباچوف ایک بزدل شخص ہے اور غدار۔ میں نے کئی کمیونسٹوں کو دیکھا ہے جنہوں نے لیبر کیمپ میں دسیوں سال گذارے لیکن اس کے باوجود ان میں تزلزل نہیں پیدا ہوا لیکن مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ گورباچوف کو صرف تین دن تک ہیلتھ ریزارٹ میں رکھا گیا اور وہ بھی ایسا جو ملک میں بہترین مانا جاتا ہے تو اس کے بعد گورباچوف نے پارٹی ہی کو ختم کردیا لیگاچیف بالکل اپنے آپ سے پُر اور سیدھی سادھی باتیں کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب میں نے یہ محسوس کیا کہ میری زندگی غلط راستہ پر چل پڑی ہے تو میں نے اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کرلی۔ لیکن میں نے اپنے اصولوں کا کبھی سودا نہیں کیا۔ گورباچوف کی موجودہ کیفیت کے برخلاف میں ابھی تک سوشلزم کا قائل ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اسی سے ہمارے ملک کا مستقبل وابستہ ہے۔ مسٹر لیگاچیو سربیا کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب ان کی ایک ہی خواہش ہے اور وہ یہ کہ ملک کی مختلف ریاستوں کو دوبارہ اکٹھا کریں اور ملک میں قیام امن اور استحکام کی کوششیں کرتے ہوئے ایک نیا طاقتور سوویٹ یونین وجود میں لائیں

جب سے انہیں ان کے عہدے سے فارغ کیا گیا ہے یہ گورباچوف اور لورس ییلسن دونوں کے دشمن بن گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا ملک خام مال مہیا کرنے والی ایک نیم نوآبادی بن جائے گا۔ کیونکہ اس وقت روسی قیادت سرمایہ داروں سے اقتصادی مدد حاصل کر رہی ہے۔ کیمونسٹ پارٹی کے اراکین کی تعداد دو کروڑ تھی۔ لیکن اب اس پارٹی کے ختم ہونے کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ سیاسی اور اقتصادی امور اور اسی طرح سماجی بحران پر یہ کسی طرح اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ صحافیوں نے انکی کتاب کے متعلق تو بہت کم سوالات کئے البتہ ملک کی کیفیت اور اس میں تبدیلیوں کے امکانات پر زیادہ سوالات پوچھے۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ پارٹی کے ختم ہونے پر پارٹی کے لیڈروں میں سے کیوں کوئی ایسا شخص سامنے نہ آیا جو اُسے بچانے کی بات کرتا۔ انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ گورباچوف ہی کو یہ کام کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ کہنا مناسب ہے کہ پارٹی کو اس کے سیکرٹری جنرل نے دھوکا دیا۔ اب میں یہ کہوں گا کہ کمیونسٹ کے عوام الناس کو پارٹی کا ۷۳ سالہ ریکارڈ سامنے رکھ کر اس کے احیاء کی کوشش کرنی چاہیئے۔

تشدد ختم ہونا چاہیئے

سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی اور سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ کالج لاہور کے زیر اہتمام گذشتہ روز (اتوار) الحمراء آرٹ سنٹر لاہور میں ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ اس سیمینار کا موضوع تھا "سوسائٹی میں تشدد میں زیادتی کے بڑھتے ہوئے واقعات کا کس طرح مقابلہ کیا جائے"۔ تمام مقررین نے دو باتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ایک انصاف کا اور دوسرے مادہ پرستی کا۔ سب نے کہا کہ اگر انصاف وقت پر نہ ملے تو تشدد کی لہر پھوٹتی ہے۔ اور بڑھتی چلی جاتی ہے اور اگر انسان مادیت کی طرف متوجہ ہو جائے تو چونکہ مادی اشیاء کے حصول کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ انہیں حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں اور ان میں تشدد بھی شامل ہوجاتا ہے۔

لاہور کے ڈی آئی جی رانا مقبول احمد نے اس خیال کا اظہار کیا کہ جب انصاف وقت پر نہیں ملتا تو لاقانونیت کا دور دورہ شروع ہوجاتا ہے۔ اور اس لاقانونیت میں تشدد بھی آجاتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا تشدد اور جرم کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ دولت حاصل کرنے کا یہ سب سے مختصر راستہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جو لوگ عادی مجرم ہوتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ قانون سے کسطرح بچنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ گذشتہ پانچ سال کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے قتل کا اقدام کیا تھا۔ بلکہ جنہوں نے ایک سے زیادہ قتل بھی کئے تھے ان میں سے کئی ایسے ہیں جنہیں ابھی تک کوئی سزا نہیں ملی۔ بانو قدسیہ نے جو ایک مصنفہ ہیں کہا کہ معاشرے کا یہ فرض ہے کہ وہ بردباری اور تحمل سے کام لے اور صبر کا نمونہ دکھائے یہی ایک ایسی چیز ہے جس سے تشدد کم ہوسکتا ہے۔ پاکستان سائیکالوجی ایسوسی ایشن کے وائس پریذیڈنٹ مسٹر ریاض فتیانہ نے کہا کہ انصاف وقت پر مہیا نہ کرنے سے غرباء اور امراء کے درمیان خلیج وسیع کردی جاتی ہے۔

مقررین نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ جرائم کی ضرورت سے زیادہ تشہیر بھی جرائم کی تعداد کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔ سیمینار کے بعد سیمینار میں شرکت کرنے والوں نے ٹارچ لائٹ جلوس نکالا جو الحمراء سے ہوتا ہوا گورنر ہاؤس تک پہنچا۔ مقصد یہ تھا کہ معاشرے کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے کہ تشدد ختم ہونا چاہیئے۔ اس جلوس کی راہنمائی ڈی آئی جی رانا مقبول احمد نے کی۔

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اردو زبان میں دخیل الفاظ کا مسئلہ

آیس بخاری
ایم اے ۔ پی ایچ ڈی

(اردو کانفرنس ۱۹۶۴ء منعقدہ تعلیم الاسلام کالج کا ایک مقالہ)

دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جس میں کسی دوسری زبان کے الفاظ نہ پائے جاتے ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو قوموں میں ملاپ ہوتا ہے تو ان کی زبانیں بھی ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے ذخیرے سے تھوڑے بہت الفاظ ضرور لے لیتی ہیں جو اپنے بیگانہ ماحول میں دخیل کہلاتے ہیں۔ ان کی اہمیت اس لئے مسلم ہے۔ کہ یہ ہمیں دو قوموں کے تعلقات اور ان کی نوعیت (مذہبی، سیاسی، فوجی، سماجی، وغیرہ) سے آگاہی بخشتے ہیں جو ماضی کے کسی عہد میں استوار ہوئے تھے اور یوں تاریخ عالم کے ان گوشوں کو روشن کرتے ہیں جو ابھی تک پردۂ تاریکی میں ہیں اور جن تک ہماری رسائی کے تمام وسائل ختم ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس اعتبار سے کہ ازمنہ قدیم کے حالات کا سراغ لگانے کے لئے زبان اور زبان کے الفاظ ہی ہمارا واحد وسیلہ اور آخری سہارا ہیں۔ دو قوموں کے ارتباط باہمی سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے دخیل الفاظ کی قدر و قیمت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

ماضی کے کسی دور میں ہندوستان پر موجودہ روسی ترکستان کے آریہ قبائل کی ترک تاز اس برصغیر کی تاریخ کا وہ اہم واقعہ ہے جس کے باعث دو قوموں (آریہ اور دراوڑ) میں ایک ایسا تصادم ہوا تھا کہ اس کے اثرات زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح آج ہندوستانی لسانیات میں بھی اچھی طرح محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب اردو زبان نے ہندوستان کی دوسری زبانوں کی طرح پہلی بار آریوں کی آبائی زبان (اصطلاحاً اوستائی) کے حلقہ اثر میں آ کر و، ہ اور ی کی آوازیں قبول کی تھیں جو بادی النظر میں اس کا گوشت و پوست معلوم ہوتی ہیں لیکن ذرا سے تامل پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ آریوں کے حملہ سے پہلے ہمالیہ کے اس پار کی زبانوں میں جنہیں بجا طور پر دراوڑی کہا جا سکتا ہے یہ آوازیں نہیں ملتی تھیں۔ چنانچہ آج بھی ہماری زبانوں کا تلفظ جو ہزاروں سال سے زبانوں پر کمال صحت کے ساتھ منتقل ہوتا چلا آیا ہے پکارے گلے بتا رہا ہے کہ یہ آریائی طمع ہماری آواز کی ہلکی سی آنچ سے صاف اتر جاتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اسی زمانے میں اردو زبان نے بہت سے آریائی الفاظ بھی مستعار لے لئے ہونگے کیونکہ زبانوں میں آوازوں کے لین دین کا نمبر الفاظ کے لین دین کے بعد آتا ہے لیکن اس زمانے کی ایسی کوئی دستاویزی شہادت اس وقت سامنے نہیں ہے جس سے اردو میں دخیل الفاظ کی قطعی تعداد کا اندازہ لگایا جا سکے۔ اردو اور اس کی معاصر زبانوں میں آج جو سنسکرت الفاظ پائے جاتے ہیں وہ آریوں کی بول چال سے نہیں آئے بلکہ ان کی تحریری زبان سنسکرت سے لئے گئے ہیں اس لئے ان کا جو تلفظ آج عام طور پر کیا جا رہا ہے ساقط الاعتبار ہے۔ کیونکہ سنسکرت اور ویدک کی تحریروں میں قدیم ایرانی اور مختلف دراوڑی بھاشاؤں (بول چال کی زبانوں) کے الفاظ کتابت کے مخصوص اصولوں کے تحت درج کئے گئے اور اصول اولین شارع رگ وید یاسک متی کی تحریر کے مطابق زیادہ سے زیادہ چھ سو سال قبل مسیح تک عالموں کے حیطہ علم سے باہر ہو چکے تھے۔ حالانکہ ان زبانوں میں یہ الفاظ حقیقت میں وہی ہیں جو آج ترکستان میں بولے جاتے ہیں یا پاک و بھارت کی مختلف زبانوں میں رائج ہیں مثلاً سرجنہار = فارسی سرزن، اردو علامت فاعلی آر، پیدا کرنے والا۔ آشار اردو آس اوستائی علامت تانیث آ۔ جیون = ایرانی زیون۔ سنگم = ایرانی ہم بمعنی ساتھ۔ گم بمعنی چلنا = ہمقدمی۔ گیان = ایرانی زان، دان بمعنی علم۔ ایشور = ایرانی ایزور بمعنی معبود۔ گیانیشور۔ دانشور وغیرہ۔

اردو کے دخیل الفاظ پر دوبارہ غور کرنے کے لئے ہمیں اس زمانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے جبکہ دسویں صدی عیسوی کے لگ بھگ مسلمانوں نے ہندوستان پر درہ خیبر کی راہ سے حملہ کیا اور ایرانی بول چال کی زبان دوبارہ ان کی ہم رکابی میں یہاں پہنچی۔ یہ حملہ آور اپنے سے ہزاروں سال پہلے کے آریوں کی طرح زبان کے علاوہ اپنی لپی بھی ساتھ لائے تھے۔ جس میں آگے چل کر یہاں کے مختلف علاقوں کی مقامی زبانیں قلم بند ہونے لگیں۔ اور یوں اردو زبان بھی جو ان کی آمد سے قبل دیوناگری ہی میں لکھی جاتی تھی ایرانی لپی کے لباس میں آ گئی۔ اور چونکہ فارسی ہند شمالی میں مسلمان حکمرانوں کی مادری زبان ہونے کے لحاظ سے سرکار دربار میں ۱۸۳۲ء تک مسند

باقی صفحہ ۶ پر

عربی منظوم کلام

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

وَحِیْدٌ فَرِیْدٌ لَا شَرِیْکَ لِذَاتِہٖ
قَوِیٌّ عَلِیٌّ فِی الْکَمَالِ تَوَحَّدَا

واحد و یگانہ ہے۔ اپنی ذات میں لاشریک ہے، طاقتور، برتر ہے، کمال میں یکتا ہے۔

وَمَنْ جَاءَہٗ طَوْعًا وَّصِدْقًا فَقَدْ نَجَا
وَاُدْخِلَ وِرْدًا بَعْدَ مَا کَانَ مُلْبَدَا

جو اطاعت و صدق سے اس کے پاس آیا نجات پائی اور چشمے میں داخل کیا گیا۔ اگرچہ وہ گند سے لتھڑا ہوا تھا۔

لَہُ الْمُلْکُ وَالْمَلَکُوْتُ وَالْمَجْدُ کُلُّہٗ
وَکُلٌّ لَّہٗ مَا لَاحَ اَوْ رَاحَ اَوْ غَدَا

تمام بادشاہی زمین کی اور ملکوت کی سب اس کی ہے۔ جو چمکا، جو شام کو آیا، یا صبح کو، سب اسی کا ہے۔

وَمَنْ قَالَ اِنَّ لَہٗ اِلٰھًا قَادِرًا
سِوَاہُ فَقَدْ تَبِعَ الضَّلَالَۃَ وَاعْتَدٰی

جو کہتا ہے کہ اس کے سوا میرا کوئی معبود قادر ہے۔ وہ گمراہی کے پیچھے لگا اور سرکش ہوا۔

ان اشعار میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اس طرح اشارہ فرماتے ہیں کہ آسانی سے یہ بات سمجھ آ جائے کہ اس کی ہر صفت اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اس کمال میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اگرچہ جزوی طور پر انسان کو بھی یہ لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات حتی الامکان اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنے آپ میں پیدا کرے اللہ تعالیٰ رازق ہے تو انسان بھی کسی نہ کسی رنگ میں اپنے رشتہ داروں کا یا دوسروں کا رازق بن جاتا ہے۔ لیکن انسان جزوی رازق ہے۔ اور بہت کم تر، جبکہ اللہ تعالیٰ جو رزق دیتا ہے اس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ وہ رزق دینے میں کمال رکھتا ہے۔ اور انسان اس صفت کو اپنا کر کسی حد تک اس کا مظاہرہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

پہلے شعر میں حضور نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں یعنی اس کے کمال کے ساتھ کسی کو شرکت حاصل نہیں اور چونکہ ہر کمال اللہ تعالیٰ ہی میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو اسی کی طرف جھکنا چاہیئے اور نہایت صدق و صفا کے ساتھ اور بطیب خاطر اس کی طرف آنا چاہیئے۔ اسی کی طرف آنے سے انسان کو نجات مل سکتی ہے اور چاہے وہ کیسا ہی گند سے لتھڑا ہوا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اسے اپنے چشمے میں داخل کر لیتا ہے۔ اور وہ صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ اس کے بغیر انسان کی صفائی قلب کا اور کوئی ذریعہ نہیں، انسان چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے وہ اس طرح صاف اور ستھرا نہیں ہو سکتا جس طرح اللہ تعالیٰ اسے صاف اور ستھرا کر سکتا ہے۔

تیسرے شعر میں حضور فرماتے ہیں کہ ساری دنیا کی بادشاہی اسی کے پاس ہے۔ جو کچھ بھی دنیا میں ہو رہا ہے وہ اسی کے اشارے سے ہو رہا ہے۔ جو چمک کہیں نظر آتی ہے وہ اسی کے نور کا اظہار ہے۔ چاہے وہ شام کی خوبصورتی ہو یا صبح کا نور ہو یہ سب کچھ اسی سے دنیا میں ہویدا ہو رہا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی کوئی اور ایسا خدا ہے جو قادر ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ گمراہ ہو گیا ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے سرکشی کا اظہار کر رہا ہے کیونکہ جہاں تک قادر ہونے کا سوال ہے وہ ایک ہی خدا ہے اور اسی کو خدا ماننا ہم سب کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے جزوی طور پر تو اس کی صفات انسان کے اندر داخل ہو سکتی ہیں اور اس کی زندگی پر چھا سکتی ہیں۔ لیکن جہاں قدرت اور کمال کا سوال ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے وہ کسی اور میں نہیں پائی جا سکتی۔ پس ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اسی قادر خدا کی عبادت کریں۔ اسی کے آگے جھکیں۔ اسی کو

باقی صفحہ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ : صفحہ ۵ سے آگے

نشین رہی۔ یہاں کی دوسری مقامی زبان میں بھی بے شمار فارسی اور فارسی کی وساطت سے عربی الفاظ داخل ہو گئے۔

اس کے برعکس ہند جنوبی میں فارسی کو راج پاٹ کا کبھی موقع نہیں ملا بلکہ ابتدا ہی سے دکنی زبان اس منصب پر بڑے اطمینان و اعتماد کے ساتھ براجمان رہی جو اس کا پیدائشی حق تھا۔ اس لئے دکن میں دخیل الفاظ کی تعداد، تلفظ اور املا وغیرہ مقامی اصول و قواعد کے پابند رہے جبکہ شمال میں اردو زبان عربی فارسی سے اس حد تک دب گئی کہ اس میں دخیل الفاظ کا تناسب دکنی کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہو گیا۔ اور تلفظ و املا بھی قریب قریب اسی طرح جاری رہے۔ جس طرح عربی فارسی میں تھے۔ بلکہ ان زبانوں نے اردو میں اپنی بہت سی آوازیں بھی داخل کر دیں اور اس کے بہت سے الفاظ کو یوں تبدیل کر دیا کہ وہ اپنی ہی زبان میں دخیل نظر آنے لگے مثلاً پٹخنا (اصل پٹکنا)۔ چٹخنا (اصل چٹکنا)۔ اخروٹ (اصل اکھروٹ)۔ ہڑاٹا (اصل سراٹا)۔ زناٹا (اصل جھناٹا)۔ زپاٹا (اصل جھپاٹا)۔ خصم (اصل کھسم)۔ زق زق بق بق (اصل جھک جھک بک بک) وغیرہ۔

عربی فارسی کے دخیل الفاظ کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اردو کی بہت سی مروجہ فرہنگوں اور تحریروں میں دیسی الفاظ کے مقابلے میں دخیل الفاظ کی تعداد آٹے میں نمک کے بجائے نمک میں آٹے کے مصداق نظر آتی ہے۔ انشاء اللہ خان کی "رانی کیتکی کی کہانی" اور آرزو لکھنوی کے دیوان "سریلی بانسری" کو چھوڑ کر جن میں دخیل الفاظ سے جان بوجھ کر اور کوشش کر کے دامن بچایا گیا ہے اور جنہیں دیسی زبان کی صلاحیتوں کو روشن کرنے کے لئے نمونہ بنا کر پیش کیا گیا ہے اردو زبان کے اس سرمائے کو جو فارسی لپی میں ہمارے سامنے موجود ہے اوّل سے آخر تک دیکھ جائیے تو یہی گمان گذرے گا کہ اردو زبان فارسی عربی سے نہیں تو کم از کم ان کی وساطت سے ضرور پیدا ہوئی ہے۔ اسی صورتحال سے زبان اردو کے بعض مؤرخین کی معذوری کا بھی پہلو نکلتا ہے جنہوں نے بول چال کی زبان کے بجائے اس کے ادبی سرمائے پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے۔

اس سلسلے میں ادب اردو کے چند نامور شعراء نے [illegible] حاتم اور مرزا مظہر جان جاناں [illegible] اپنے زمانے میں جو کوششیں اصلاح زبان کے نام سے کی ہیں حقیقتاً اور عملاً تفریس شاعری کے نام سے موسوم ہونا چاہئیں کیونکہ فارسی لپی میں منتقل ہونے کے بعد اردو شاعری دیسی عروض سے کٹ کر مکمل طور پر ایرانی شاعری کی لونڈی بن گئی تھی اور تفریس شاعری کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور مکمل بنانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ زبان کے دیسی الفاظ نکال نکال کر ان کی جگہ عربی فارسی کے زیادہ سے زیادہ لغات داخل کر دیئے جائیں۔ چونکہ شاعری ایک مؤثر پیرایہ بیان ہے اس لئے شعراء کی ان کوششوں سے اردو کے پڑھے لکھے طبقے کا اثر قبول کرنا ناگزیر تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس انشا پرداز نے بھی قلم ہاتھ میں اٹھایا اس نے اپنے پیش رو سے زیادہ عربی فارسی الفاظ اردو زبان میں داخل کر دیئے اور اب یہ حال ہے کہ ہم کٹھن سے کٹھن موقع پر بھی دخیل لفظ پیش کر سکتے ہیں لیکن دیسی لفظ پوچھئے تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔

اردو کی تیسری بار ٹکر انگریزی زبان سے ہوئی جو مسلمانوں کے حملے کے تقریباً پانچ چھ سو سال کے بعد سات سمندر لانگھ کر انگریزوں کے ساتھ سورت کے بندرگاہ پر اتری۔ اگرچہ ولندیزی، پرتگالی اور فرانسیسی زبانیں انگریزی سے پہلے یہاں آ چکی تھیں جن کے چند الفاظ اردو میں آج بھی ملتے ہیں پھر بھی اردو سے ان کا اتنا بلا واسطہ اور گہرا تعلق قائم نہیں ہوا جتنا انگریزی زبان سے۔ اس لئے دخیل الفاظ کے سلسلے میں ان کی اتنی اہمیت بھی نہیں ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کا دور حکومت تقریباً دو سو سال تک جاری رہا۔ جس میں انہوں نے اپنی زبان کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچانے اور پھیلانے کی جان توڑ کوشش کی بلکہ ۱۸۳۲ء میں فارسی کی گدی چھین کر بظاہر جو انہوں نے اردو کو سرکاری زبان بنایا تھا اس میں بھی یہ مصلحت پوشیدہ تھی کہ اردو کی آڑ میں انگریزی کو راج سنگھاسن پر بٹھا دیں اور اس میں وہ اتنے کامیاب رہے کہ انہیں ہمارا ملک چھوڑے ہوئے سنتزہ سال ہو چکے ہیں لیکن انگریزی ابھی تک جہاں کی تہاں جمی ہوئی ہے۔ اس اتصال سے انگریزی کے بہت سے الفاظ اردو زبان میں داخل ہوئے جو آج خواص سے گذر کر عوام کی زبانوں پر بھی جاری ہیں۔

غرض اردو دیوناگری لپی میں سنسکرت سے الفاظ لیتی رہی۔ ایرانی لپی میں فارسی عربی لغات جذب کرتی رہی اور آخر میں آ کر انگریزی سے بھی خوشہ چینی کرنے لگی۔ اس طرح ہماری زبان میں بے شمار دخیل الفاظ جمع ہو گئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے فارسی عربی یا انگریزی کا بہت زیادہ مطالعہ کیا ہے وہ ان زبانوں میں بڑی آسانی کے ساتھ اظہار خیال کر سکتے ہیں۔ جب وہ اردو میں لکھنے بیٹھتے ہیں تو وہی الفاظ جو ان کے ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں اپنی تحریروں میں درج کر دیتے ہیں اور یوں اردو زبان کے الفاظ تلاش کرنے کی زحمت سے بچ جاتے ہیں۔ یہ تن آسان لوگ عادتاً دخیل الفاظ استعمال کرتے اور قصداً کدوکاوش سے کتراتے ہیں۔ اسی جماعت میں ان لوگوں کا بھی شمار ہے جن کو اردو کم آتی ہے۔ وہ اپنی کمی کو اردو کے مزید مطالعے کی بجائے دخیل الفاظ سے پورا کر کے کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بعض لوگ صرف اس لئے دخیل الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ دوسروں پر اپنے علم و فضل کی دھاک بٹھائیں۔ یہ لوگ غیر زبانوں کی فرہنگوں سے تلاش کر کر کے بڑے بڑے ثقیل اور نامانوس الفاظ لاتے ہیں۔ اور چٹانوں کی طرح اپنی تحریروں میں لڑھکا دیتے ہیں اور پھر ان تحریروں کو انشا پردازی اور ادب کے بہترین نمونوں اور شاہکاروں کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دوسروں کے آسان، ہلکے پھلکے اور بول چال کے لفظ گنوار اور غیر فصیح ہوتے ہیں اور مصنفین کی کم علمی اور بدذوقی پر دلالت کرتے ہیں۔ غرض ان کا رویہ احساس کمتری کا غماز ہے۔ پھر۔ کچھ لوگ عربی الفاظ کی طرف اس لئے زیادہ مائل ہوتے ہیں کہ عربی ہماری مذہبی زبان ہے اور قرآن اس میں نازل ہوا ہے۔ بعض فارسی سے بھی کچھ ایسی ہی شدید وابستگی محسوس کرتے ہیں۔ کہ یہ مسلمانوں کی تہذیبی زبان ہے اور پھر کچھ ایسے بھی ہیں جو انگریزی زبان سے مرعوب ہیں کہ یہ ان کے نزدیک بین الاقوامی زبان ہے چنانچہ اس جماعت والے بھی کسی نہ کسی غیر زبان کے شیدائی نظر آتے ہیں۔

بہرحال دخیل الفاظ سے کچھ فائدے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی مدد سے خیالات کا ذرا ذرا سا فرق بڑی آسانی سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ ان کے استعمال سے خیالات کے حدود قطعی اور خطوط واضح ہو جاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لکھنے والا ایک ہی لفظ کو بار بار دہرانے سے بچ جاتا ہے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دخیل الفاظ سے زبان کے سرمائے میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس زبان میں دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ الفاظ پائے جاتے ہیں وہ باثروت سمجھی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اردو زبان اس برصغیر کی تمام زبانوں پر سبقت لے گئی ہے کہ کسی زبان کا اثاثہ اس کے ذخیرہ الفاظ کے سامنے نہیں ٹھہرتا بلکہ ہم اس کے سرمائے کو نہایت فخر کے ساتھ دنیا کی کسی زبان کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

ان تمام فائدوں کے ہوتے ہوئے جن کا ذکر اوپر کیا گیا دخیل الفاظ کے استعمال میں کچھ نقصانات بھی مضمر ہیں بلکہ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ نقصانات کی تعداد اور اہمیت فوائد سے زیادہ ہے۔ کسی زبان میں الفاظ کی تعداد زیادہ ہو جانے سے بولنے والوں کے حافظے پر غیر معمولی بار پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں کو اردو الفاظ کے علاوہ ان الفاظ کو بھی یاد کرنا پڑتا ہے جو سنسکرت فارسی عربی اور انگریزی سے مستعار لئے جا چکے ہیں اور جب تک مستعار لینے کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ہمارے حافظے پر بوجھ بھی برابر بڑھتا رہے گا۔ یہ صورتحال حد درجہ مصنوعی اور محنت طلب ہے۔

دخیل الفاظ کے باعث زبان میں بہت سے مقامات پر الجھنیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن میں اردو زبان کے لب و لہجہ کے باعث ابہام آ جاتا ہے۔ مثلاً سحر اور صحر۔ ثواب اور صواب بہر (واسطے) اور بحر (سمندر وزن فخر) وغیرہ۔ بعض ایسے ہیں جو ہماری زبان کے لب و لہجہ سے میل ہی نہیں کھاتے مثلاً شمع، طرح، صبح وغیرہ کہ عربی میں ان کا درمیانی حرف ساکن اور آخری متحرک ہوتا ہے اور اردو کا لہجہ اس کو قبول نہیں کرتا۔ بعض دخیل الفاظ ایسے ہیں جن کی مکتوبی اور ملفوظی صورت مختلف زبانوں میں ایک ہی ہے لیکن معنی جدا جدا ہیں۔ مثلاً کسر (اردو کمی۔ عربی ٹکڑا)۔ سل (اردو پتھر کا ٹکڑا۔ عربی دق کی بیماری)۔ کوٹ (اردو قلعہ۔ انگریزی ایک لباس)۔ بر (اردو بھڑ بمعنی زنبور۔ فارسی اوپر۔ عربی خشکی)۔ چال (اردو رفتار فارسی گڑھا)۔ بال (اردو رواں۔ فارسی پر۔ انگریزی گیند) وغیرہ۔

تیسرا نقصان یہ ہے کہ دخیل الفاظ کیلئے زبان میں ایک ترجیحی رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ ان کے حق میں اپنی زبان کے الفاظ سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ یوں متروکات کی تعداد روز بروز بڑھتی اور زبان کی پونجی گھٹتی چلی جاتی ہے۔ مثلاً جب اردو والے نکاس کی جگہ سرچشمہ یا منبع، ٹھیٹھ کی جگہ خالص، سامنے کی جگہ روبرو یا مقابل، آنگن کی جگہ صحن، اوجھل کی جگہ پوشیدہ، پکڑ کی جگہ گرفت، لگاتار کی جگہ متواتر۔ یا علی التواتر یا علی الاتصال لکھتے پڑھتے رہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گے تو ایک دن ایسا آجائے گا کہ اردو کے الفاظ حافظے اور علم سے بھی محو ہو جائیں گے۔ آج بھی اردو میں جتنے دخیل الفاظ استعمال ہو رہے ہیں ان میں سے کچھ ایسے اصل ہیں: جن کے ٹھیٹھ مترادفات کی اب شناخت بھی مشکل ہو گئی ہے۔ مثلاً فطرت یا قدرت یا نیچر۔ تہذیب یا کلچر۔ حرف۔ تلفظ۔ کاغذ۔ دوات۔ روشنائی۔ دروازہ یا دوار۔ الماری۔ برج یا گنبد وغیرہ۔

دخیل الفاظ زبان کی بالیدگی میں بھی خارج ہوتے ہیں۔ جب وقت کی تبدیلی کے ساتھ کوئی نیا خیال یا نئی چیز کسی زبان کے بولنے والوں کے سامنے آتی ہے تو یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جاہل اور ان پڑھ انسان بھی اس کے لئے لفظ سازی کے انہیں اصولوں پر جو اس زبان میں پیشتر سے موجود ہوتے ہیں اپنے ہی کسی مروجہ لفظ سے ایک نیا لفظ گھڑ لیتے ہیں لیکن جب غیر زبان کے بنے بنائے لفظ سے ضرورت رفع کر لی جاتی ہے۔ تو اہلِ زبان کو اپنی زبان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ لہٰذا اردو زبان میں دوسری زبانوں سے جتنے زیادہ الفاظ داخل ہوتے رہیں گے اس کی ترقی کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ زبان اپنی ہی داخلی قوت سے فروغ پاتی اور آگے بڑھتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اردو زبان میں بعض دخیل الفاظ کا استعمال ہمارے لئے ضروری ہے۔ مثلاً مسلمانوں کی مذہبی اصطلاحات اور ان کی معاشرت کے لوازمات (کھانوں اور کپڑوں وغیرہ) کے ایرانی و عربی نام جو ہماری یومیہ زندگی کا جزو ہیں یہ چیزیں مسلمانوں سے مخصوص ہیں اور ان کے ساتھ ہی ہندوستان میں داخل ہوئی ہیں۔ ایجادات کے نام جو مغرب سے اپنے موسومات کے ساتھ ہمارے ملک میں آئے ہیں اور سائنسی اصطلاحات جو دنیا میں عام ہو چکی ہیں۔ لیکن سنسکرت الفاظ کو استعمال کرنا اردو زبان میں بناوٹی پن کو فروغ دیتا ہے کیونکہ ان کے مکتوبی اور ملفوظی رویوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ چونکہ ایک خاص سطح تک سائنسی معلومات بھی دنیا کی روزانہ زندگی میں داخل ہو چکی ہیں اس لئے اس حد تک ہمیں اپنی ہی زبان سے سائنسی اصطلاحات وضع کر کے کام چلانا چاہیئے کہ وہ زیادہ عام فہم ہوں گی اور ان کے ذریعے روزمرہ کی سائنس تک ہماری قوم کے ہر فرد کی رسائی بآسانی ہو سکے گی البتہ اعلیٰ تحقیقات کی سطح پر جب تک ہمارے یہاں سائنسی اصطلاحات مکمل طور پر نہ بن جائیں انہیں انگریزی اصطلاحات کو استعمال کر سکتے ہیں جو بیشتر یونانی و لاطینی زبانوں کی تحریروں سے اخذ کی گئی ہیں اور جن کے صحیح ملفوظی روپ ہمیں قدیم و جدید فارسی سے ایک نہ ایک دن ضرور دستیاب ہو جائیں گے کیونکہ یہ سب زبانیں باہم رشتہ دار ہیں۔ اس وقت ہم پاکستانیوں کے سامنے ایک اور بھی تجویز موجود ہے۔

جب یہ مسلّم ہے کہ دخیل الفاظ ہر زبان کا ایک ناگزیر جزو ہوتے ہیں اور ہمیں بھی اردو زبان کے لئے ان کی ضرورت و اہمیت سے انکار ممکن نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ہم بدیسی الفاظ کی جگہ پاکستان کی ہی علاقائی زبانوں کے لغات سے کام لیں۔ کہ ان کا حق بدیسی الفاظ پر مرجح ہے اور اس لئے مرجح ہے کہ اردو اور علاقائی زبانوں میں مشترکہ دراوڑی خاندان کے باعث بنیادی اور مزاجی ہم آہنگی پائی جاتی ہے جبکہ فارسی، آریائی، عربی سامی اور انگریزی اینگلو سیکسن خانوادے سے تعلق رکھتی ہے اور لسانی خاندانوں کا بنیادی فرق اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اردو اور سندھی یا اردو اور پنجابی میں اتنا فرق نہیں ہے جتنا اردو اور فارسی یا اردو اور انگریزی میں پایا جاتا ہے اور اس فرق کا دخیل الفاظ کی موزونیت یا ناموزونیت میں بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

الغرض دوسری زبانوں سے بے تامل الفاظ پر الفاظ لیتے چلے جانا نہ صرف غیر ضروری بلکہ اردو کے لئے الٹا نقصان دہ ہے۔ اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ چاہیئے کہ اپنی زبان کے بنیادی ذخیرے اور اس کی صلاحیتوں کا بھرپور جائزہ لے کر اس کی توانائی پر اپنا اعتماد بحال کریں اور اردو کی کم مائیگی کا مفروضہ قائم کرنے والوں کے پروپیگنڈے میں نہ آئیں۔ دخیل الفاظ کی تعداد کو ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ موجودہ دخیل الفاظ کے استعمال میں احتیاط اور اعتدال سے کام لیں اور آئندہ جب کسی لفظ کی ضرورت پڑے تو بدیسی زبانوں کی جگہ اپنی ہی علاقائی زبانوں سے امداد طلب ہوں کہ اس سے اردو کے سمجھنے والوں کا دائرہ وسیع ہوگا۔ اور تمام اہلِ وطن اس کے واسطے سے اتحاد و یگانگت کی ایک ہی لڑی میں منسلک ہو جائیں گے۔

بقیہ: ص۳ سے آگے

ہو گیا ہے جسے ملحوظ رکھ کر خدام کو صفیں سیدھی رکھنے کی مشق کرائی جائے گی۔

تیسری بات میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب ایسے کام کئے جائیں تو صحیح طریق یہ ہوتا ہے کہ خدام سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اپنی نظریں سامنے رکھیں اور خواہ کتنی ہی اہم بات کیوں پیدا نہ ہو وہ اپنی نظریں سامنے سے نہ ہٹائیں۔۔

۔۔۔ ہمیں یہ سبق سکھایا گیا ہے کہ صرف نماز ہی میں نہیں بلکہ تنظیم کے جو مواقع بھی پیش آئیں ان میں ہمیں انہی اصولوں پر کاربند رہنا چاہیئے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تمام خدام جو کھڑے ہیں ان میں سے کچھ دائیں طرف دیکھ رہے ہیں تو کچھ بائیں۔ کچھ اوپر دیکھ رہے ہیں اور کچھ نیچے۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ آپ سب سامنے دیکھتے میرا خطیب ہونے کے لحاظ سے یہ کام ہے کہ چاروں طرف دیکھوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت جب میں سامنے دیکھنے کی نصیحت کر رہا ہوں اس وقت بھی خدام دائیں اور بائیں اور اوپر اور نیچے دیکھ رہے ہیں۔ انسان کو کم از کم نصیحت کے وقت تو اس پر عمل کر لینا چاہیئے۔ بدقسمت ہے وہ شخص جو تنظیم کے وقت اپنا کام بھول جاتا ہے لیکن کم از کم وہ کمزوری جو ناقابل معافی ہے اور حیرت انگیز ہے وہ یہ ہے کہ انسان اسی وقت جبکہ نصیحت ہو رہی ہو۔ اس کی خلاف ورزی کرے۔۔۔۔

بقیہ: ص۱ سے آگے

اپنے پیارے امام کے غم میں شریک ہیں اور حضور کے ساتھ کامل اطاعت اور وفاداری کا عہد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعاگو ہیں کہ وہ حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور حضور ایدہ اللہ، آپ کی بچیوں اور عزیزان کے غم اور بوجھ خدا تعالیٰ خود ہی اٹھائے اور حضور کے جملہ مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر آن آپ کا حامی و ناصر ہو

لوکل انجمن احمدیہ۔ ربوہ

گذشتہ رمضان المبارک میں حضرت سیّدہ کی تشویشناک بیماری کی خبر سن کر اہالیانِ ربوہ تڑپ اٹھے۔ دن رات دعائیں کیں۔ صدقات دیئے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر یہی تھی اس کی مرضی پوری ہوئی۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل غم سے بوجھل ہیں۔ لیکن مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ہم راضی برضا ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت بیگم صاحبہ کے درجات بلند فرمائے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جنّت میں ابدی راحت و سکون عطا فرمائے۔ ان کے شمائل و خصائل کو ساری جماعت میں پھیلا دے۔

پیارے آقا۔ ہم بشدّت محسوس کرتے ہیں کہ غریب الوطنی میں ایک مونس و غمگسار ساتھی کے بچھڑ جانے سے حضور کی پُرسکون گھریلو زندگی میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے اور ساری دنیا میں پھیلے ہوئے افراد کے دکھوں اور پریشانیوں کا بوجھ اٹھانے والے دل پر ایک اور بھاری بوجھ کا اضافہ ہو گیا ہے۔ ہم اپنے سب سے زیادہ مہربان خدا کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ اپنی رحمتِ خاص اور فضلِ عمیم سے ہمارے جان سے عزیز آقا و مطاع کو اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی قوت و ہمّت عطا فرمائے۔ حضور کو صحت و سلامتی والی عمرِ دراز عطا فرمائے۔

جماعت احمدیہ مظفر آباد

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ نے ہمارے پیارے امام کے ساتھ جس طریق سے وقت گذارا اور خداداد صلاحیتوں سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا فعال ساتھی بن کر دکھایا۔ اس وجہ سے ہمارے دلوں سے کبھی نہ بھولیں گی۔

حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ اپنی سادگی اور کم گوئی کی وجہ سے بہت کم تقریر کرتی تھیں۔ مگر جب حضور امام جماعت احمدیہ کے منصب پر فائز ہوئے تو حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ نے بھی تقاریر کرنی شروع کیں جو بڑے اعلیٰ پایہ کی ہوتیں۔

اب جبکہ حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ ہمارے پیارے امام کو داغِ مفارقت دے گئیں تو ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کا دکھ کی اس گھڑی میں حامی و ناصر ہو۔ حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کے درجات بلند کرے۔

گناہوں کو ترک کرنے کے لئے اس قدر تدبیر کرے جو تدبیر کا حق ہے۔ اور اس قدر دعا کرے جو دعا کا حق ہے

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

بقیہ: ص۵ سے آگے

زمین و آسمان کا مالک سمجھیں اور اس کی طرف صدقِ دل سے جاکر نجات حاصل کریں اور اپنے دل کے ہر گند کو اس کے چشمے میں دھولیں۔ اے خدا تو ہمیں ان باتوں کی توفیق عطا کر۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ ۲۵ لاکھ فرزندان توحید نے فریضہ حج ادا کیا اس مرتبہ حرم شریف کو مکمل طور پر ائر کنڈیشنڈ کر دیا گیا تھا اور عازمین حج نے ٹھنڈے ماحول میں عبادات ادا کیں۔ پاکستان سے قریباً ۹۵ ہزار عازمین حجاز مقدس پہنچے ہیں۔

○ صدر مملکت نے ۱۸ جون کو سینٹ کا اجلاس طلب کر لیا ہے۔

○ انڈونیشیا میں چھٹے عام انتخابات شروع ہو گئے ہیں۔ قومی اسمبلی کی ۴۰۰ نشستوں کے لئے تین بڑی پارٹیوں میں سخت مقابلہ متوقع ہے۔

○ اسرائیلی انٹیلی جنس کے سربراہ نے کہا ہے کہ ایران اس دہائی کے آخر تک ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے میں معروف ہے جو اسرائیل اور مشرق وسطیٰ کے لئے شدید خطرہ کا باعث ہو گی۔

○ بھارت کے وزیراعظم نے نئی دہلی میں دنیا کی پہلی اردو خبر رساں ایجنسی کا افتتاح کیا۔ انہوں نے کہا کہ بھارت میں اردو اخبارات و جرائد کی تعداد کم از کم ۱۹ سو ہے۔ اور اس اردو خبر رساں ایجنسی کے ذریعہ ترجمہ شدہ مسودوں کا دور ختم ہو جائے گا۔

○ چیف آف آرمی سٹاف کی ہدایت پر جامشورو (سندھ) کے قریب قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ہاتھوں نو افراد کی ہلاکت پر فوج کے تحقیقاتی اداروں نے تحقیقات شروع کر دی ہے۔ غیر ملکی خبر رساں ایجنسیوں نے ہلاک ہونے والوں کو معصوم دیہاتی افراد قرار دیا تھا جبکہ سرکاری طور پر بتایا گیا تھا کہ وہ دہشت پسند اور ڈاکو تھے۔

○ قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ سندھ کے حالات صدر اور وزیر اعظم کی پالیسیوں کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لسانی تنظیم کے ایک فعال رکن کی گرفتاری کے بعد رہائی سے سندھ آپریشن منصفانہ نظر نہیں آتا۔

○ مری پولیس نے شراب سمگل کرنے کی ایک کوشش کو ناکام بناتے ہوئے وزیر اعظم آزاد کشمیر کے پی آر او کو شراب کی ۲۲ بوتلوں سمیت گرفتار کر لیا۔ اطلاع کے مطابق یہ شراب وزیر اعظم آزاد کشمیر کی سرکاری گاڑی میں سمگل کی جا رہی تھی۔

○ لیبیا نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام ایک خط میں شکوہ کیا ہے اقوام متحدہ نے پابندیاں لگا کر لیبیائی بچوں کو ادویات اور خالص خوراک سے محروم کر دیا ہے اور ان کی زندگیوں کے لئے خطرہ پیدا کر دیا۔

○ پاکستانی حکام نے ملک کے شمال مشرقی علاقہ میں ۴۳۰ ٹن ہیروئن اور چرس نذر آتش کر دی۔ یہ منشیات گزشتہ ۶ برس کے دوران کسٹمز حکام نے اپنے قبضہ میں لی تھی۔

○ سعودی عرب اور متحدہ امارات نے بوسنیا کے مسلمانوں کی امداد کے لئے وسیع پیمانہ پر فنڈز اکٹھے کئے ہیں۔

درخواست دعا

مکرمہ فرحت جبیں صاحبہ اہلیہ خواجہ افتخار احمد صاحب کوٹ مومن ضلع سرگودھا کے دونوں گردے ناکارہ ہو گئے ہیں۔ کامل شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

برائے فروخت

۶ کنال جگہ سرگودھا روڈ پر نزد نگری پیٹرول پمپ فوری قبضہ و فوری رجسٹری۔
ایک عدد ائیر کنڈیشن اور ڈائننگ ٹیبل برائے فروخت۔
پاک لینڈ ٹریڈرز۔ اقصیٰ چوک، ربوہ

حبوب مفید اٹھرا
چھوٹی شیشی ۱۶ روپے، بڑی شیشی ۴۸ روپے
اکسیر اولاد نرینہ (کورس)
مکمل کورس ۱۵۰/- روپے
زدجام عشق خاص
چار صد اسّی (۴۸۰) روپے
ناصر دواخانہ ربوہ فون ۶۲۴

قدیمی۔ اولین۔ شہرہ آفاق
حب اٹھراء
سو گولی تیس روپے۔ مکمل کورس ۱۲۰/- روپے
نیران
نرینہ اولاد کی مشہور دوا ۱۲۰/- روپے
زدجام عشق
تیس گولی ۹۰/- روپے
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ گوجرانوالہ۔ پاکستان
فون:۔ ۲۱۹۰۶۵ - ۲۱۸۵۳۴

مفید اور مؤثر دوائیں
نور کاجل ۔ نور منجن ۔ شفاء پائیوریا ۔ شبابی ۔ تابانی ۔ نور آملہ ۔ نور اُبٹنہ

نور کاجل:۔ آنکھوں کی خوبصورتی اور تندرستی کیلئے مشہور عالم و مقبول ترین کاجل۔
نور اُبٹنہ:۔ چہرے کے کیل چھائیوں۔ داغوں۔ مہاسوں کو دور کر کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔
نور آملہ:۔ سکری خشکی دور کر کے بالوں کو نرم ملائم اور لمبے کرتا ہے۔
تابانی:۔ ہربل باڈی لوشن۔ چہرہ اور ہاتھوں کی خوبصورتی اور دلکشی کے لئے۔
شبابی:۔ ہربل بریسٹ لوشن۔
نور منجن:۔ دانتوں اور منہ کی یومیہ صفائی کے لئے۔
شفاء پائیوریا:۔ مسوڑھوں کے خون و پیپ دور کرتا ہے۔

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گول بازار ربوہ

جدید ہومیوپیتھی
کیوریٹو سسٹم (CURATIVE SYSTEM) ہومیوپیتھی کی جدید ترین (MODERN) صورت ہے۔ محض چھوٹی طاقت (۳۰ پوٹینسی یا اس سے کم) کے چند مرکبات تو یورپ اور ایشیا کی کئی کمپنیاں پیش کرتی ہیں لیکن ٹنکچر (Q) سے لے کر ۶، ۳۰، ۲۰۰، ۱۰۰۰، دس ہزار اور لاکھ طاقتوں (POTENCIES) میں ۵۰۰ مکمل اور مختصر کورسز میں عام استعمال کی انسانی، حیوانی اور پولٹری ادویات کا ایک نظام صرف ہم پیش کرتے ہیں۔ پرانی، ضدی، بار بار حملہ کرنے والی اور پیچیدہ امراض کے مکمل کورسز، رہنما لٹریچر کے ساتھ ایسا آسان طریقہ علاج مہیا کرتے ہیں کہ ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں ایلوپیتھ ڈاکٹر اور یونانی طبیب بھی ان سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔ عام پڑھے لکھے لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں ___ مفصل لٹریچر ہر شہر کے کیوریٹوسٹاکسٹوں سے مفت یا ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بذریعہ ڈاک طلب کریں۔
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی (رجسٹرڈ) ربوہ
فون ۶۰۶، ۶۰۷، ۷۷۱